رپورتاژ

# مینارِ پاکستان نے دیکھا اور سُنا

حافظ محمّد ادریس

نائب قیم جماعت اسلامی پاکستان

مینارِ پاکستان سیر و سیاحت کے شائقین کا پسندیدہ مقام ہے۔ ہر روز سینکڑوں مرد اور عورتیں، بچے اور بوڑھے، دیہاتی اور شہری، پاکستانی اور اجنبی سیاح مینارِ پاکستان کی سیاحت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہاں آنے والوں میں تعلیم یافتہ، مہذّب اور فیشن ایبل لوگ بھی ہوتے ہیں اور ان پڑھ، غیر متمدّن اور درماندہ لوگ بھی یہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ سبزہ زاروں، پھلواریوں، پختہ اور صاف گزر گاہوں، بلند اور خوشنما چبوتروں سے گھرا ہوا یہ سربفلک مینار ہر روز بہت کچھ دیکھتا ہے۔ یہ تاریخ کا امین اور لوگوں کے احوال کا راز دان ہے۔ یہ اس دن اپنے راز کھول دے گا جس دن زمین کو زبان عطا کی جائے گی۔

۱۹۴۰ء میں اسلامیانِ برِصغیر اسی جگہ جمع ہوئے جہاں آج مینارِ پاکستان سر اٹھائے اس تاریخی اجتماع کی یادگار بنا ہر گزرنے والے کا دامنِ دل کھینچتا ہے۔ اسی جگہ ۱۹۴۰ء میں برِصغیر کے چپّے چپّے سے آئے ہوئے غلامانِ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی آزاد اسلامی ریاست قائم کرنے کا عزم باندھا تھا۔ مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کے جذبات یکساں اور دل کی دھڑکنیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ تھیں۔ ان سب کے جذبات کو بنگال کے سپوت مولوی اے کے ایم فضل الحق نے زبان دی۔ قائداعظمؒ کی قیادت میں مجمعِ عام نے شیرِ بنگال کی پیش کردہ قرارداد کو یک زبان منظور کیا۔ یہ قرارداد دنیا کے نقشے پر ایک نئی مملکت کی تخلیق کا باعث بنی اور تاریخ میں قراردادِ پاکستان کہلائی۔ اسی تاریخی اجتماع اور قرارداد کی یادگار کا مظہر یہ مینارِ پاکستان ہے۔

۱۹۴۰ء میں اس مقام سے جو قافلہ چلا وہ اپنا سفر طے کر کے منزلِ استقلال تک تو پہنچا مگر یہ

امیہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے کہ وہ اسلامی نظامِ عدل کا گوہرِ مقصود حاصل نہ کر سکا ، بلکہ لادینیت پسند عناصر کی سازشوں نے اسے بکھیر دیا ۔ پھر ایک وقت آیا کہ قائداعظمؒ کے دیس میں ایک "قائدِ عوام" اٹھا ۔ جس نے قراردادِ پاکستان کی دھجیاں بکھیر دیں ۔ شیرِ بنگال کی دھرتی سے ایک منہ زور ہاتھی نمودار ہوا جس نے "بنگلہ بندھو" کا لقب پایا۔ دونوں نے مل کر اندرا گاندھی کو موقع فراہم کیا کہ وہ صدیوں کا انتقام لے سکے ۔ فتح کے نشے سے بدمست شریمتی پکار اٹھی "ہم نے نظریۂ پاکستان کو خلیج بنگال میں غرق کر دیا ہے ۔ اور مسلمانوں سے ایک ہزار سال کی حکمرانی کا بدلہ لے لیا ہے"۔ پاکستان دولخت ہوا ، ملتِ اسلامیہ کا جسم زار و فگار اور اس کی تاریخ داغدار ہو گئی ۔ مینارِ پاکستان نے یہ سب کچھ دیکھا اور سنا ۔ ندامت سے اس نے اپنی آنکھیں نیچے جھکا لیں ۔

مینارِ پاکستان کی طرح ہر غیرت مند پاکستانی بھی خجالت کے مارے سرافگندہ و پشیمان تھا۔ مگر اہلِ ہمت کبھی ہتھیار نہیں ڈالا کرتے ۔ کارواں راستہ بھٹک گیا تھا مگر جرسِ کارواں بنے کچھ لوگ منزل کی نشاندہی کرتے رہے ۔ انہی لوگوں نے مینارِ پاکستان کے دامن میں جادہ و منزل کو اجاگر کرنے اور اندھیری شب میں قندیلیں روشن کرنے کا ارادہ کیا۔ مینارِ پاکستان نے یہ خبر سنی تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اور چہرہ تمتمانے لگا۔ وہ گھڑیاں اور دن گننے لگا۔ کچھ لوگ ٹولیوں کی صورت میں اس کے قدموں میں آکر بیٹھے ۔ اس نے ان کی باتیں غور سے سنیں ۔ وہ ہر روز آنے والے ہجوم سے یکسر مختلف لوگ تھے ۔ اسے وہ بہت بھلے اور پیارے لگے ۔ انہیں وہ اپنے سینے سے چمٹا لینا چاہتا تھا۔ وہ کئی دنوں تک انہیں پیار بھری نظروں سے دیکھتا رہا ۔ ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ وہ مینارِ پاکستان کے دامن میں ایک عارضی بستی بسانے کے منصوبے اور نقشے تیار کر رہے تھے ۔ ان کی گفتگو سنجیدہ ، ان کے چہرے متین ، ان کی جوانیاں بے داغ اور ان کے سینے حبِ الٰہی اور عشقِ رسولؐ کا مسکن تھے ۔ یہ انوکھے لوگ آتے تو مینارِ پاکستان کا دل باغ باغ ہو جاتا ۔ یہ اسی معاشرے میں رہنے والے لوگ ہیں جس معاشرے سے ہجوم کے ہجوم اور غول کے غول ہر روز یہاں آتے ہیں ۔ مگر ان کا انداز اور ہوتا ہے ، ان کا چلن دُوسرا ہے ۔

دیکھتے ہی دیکھتے ایک بستی بس گئی اور پھر ایک روشن صبح ہر جانب سے عشقِ بلاخیز کے قافلے چل نکلے ۔ ان سب کا رخ مینارِ پاکستان کی طرف تھا۔ ان سب کی منزل یہ نئی اور عارضی خیمہ بستی تھی ۔ کارواں پہ کارواں آتے گئے اور سورج ڈھلنے سے پہلے بستی پوری طرح آباد ہو گئی ۔ یہاں سے ایک قافلہ چلا تھا اور یہاں آج پھر ایک قافلہ آن رکا ہے ۔ وہی بھولا ہوا سبق یاد دلانا مقصود ہے جو تقریباً نصف صدی قبل یہاں کی فضاؤں میں گونجا تھا "پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الااللہ"۔ اسی سبق کو اب یوں دہرایا گیا "پاکستان کی منزل اسلامی انقلاب"۔

مینارِ پاکستان حیرت اور مسرت کے ساتھ سب مناظر دیکھتا رہا ۔ اس نے اپنے پڑوس میں شاہی مسجد کے پر شکوہ میناروں اور گنبدوں سے اپنے دلی جذبات کا اظہار بھی کیا۔ وہ خوش تھا کہ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں کے نمائندے اس کے دامن میں جمع ہیں ۔ مینارِ پاکستان نے دنیا بھر کی خبریں سُن رکھی تھیں ۔ اسے معلوم تھا کہ پاکستان میں نفرتوں کے بیج بونے والوں نے ملّتِ اسلامیہ کو پھاڑ ڈالا تھا۔ کہیں سندھی اور غیر سندھی کے جھگڑے تھے ، کہیں پختون اور غیر پختون کی بحث تھی ، کہیں پنجابی اور بلوچ کے سوال پر تعصبات کو ہوا دی جارہی تھی اور کہیں مہاجر قومیت کی بنیاد پر قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ مینارِ پاکستان نے دیکھا کہ اب جو قافلے اس کے دامن میں آکر رکے تو ایک بوڑھے سندھی کا بستر ایک مہاجر نوجوان نے اپنے کندھوں پر اٹھالیا ، ایک پنجابی نوجوان نے اردو بولنے والے ایک بزرگ کا استقبال کیا اور انہیں ادب و احترام سے ان کے متعلقہ کیمپ میں پہنچا دیا ۔ نماز کے بعد ایک ضعیف العمر پنجابی کارکن کے جوتے ایک پختون نوجوان نے نہایت ادب و احترام سے اٹھا کر ان کے سامنے رکھ دیے ۔ "یا اللہ یہ نمونے بھی اس قوم میں موجود ہیں ۔ مسرّت کے ساتھ مینار پکار اٹھا ۔ مرقدِ اقبال کی طرف دیکھتے ہوئے مینار نے بے ساختہ اقبالؒ کو دعائیں دیں کہ اس نے سچ ہی تو کہا تھا "خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِؐ ہاشمی"۔

غیر ملکی مندوبین کی آمد کا منظر کتنا پُر شکوہ تھا۔ الجزائر کے شہدا کا نمائندہ بھی یہاں تھا ، مصر کے قافلۂ سخت جان کے رہنما بھی آگئے تھے ۔ ارضِ انبیاءؑ فلسطین کی لہو ترنگ وادیوں سے مجاہدین کا سر خیل بھی مشکل گھاٹیاں عبور کر کے قافلۂ حق میں آملا تھا۔ تیونس کے جیل خانوں کو آباد کرنے والا اور جبر و ظلم کے نظام کے خلاف مسلسل جہاد کرنے والا امیرِ کارواں بھی جلوہ افروز تھا، امریکہ کے تاریک ماحول کو منوّر کرنے والے اور یورپ کے کلیساؤں میں اذانیں دینے والے فرزندانِ توحید بھی رونق فرما تھے ، دیارِ مقدس اور مشرقِ وسطیٰ کے ہر خطے سے ملّت کے بیدار مغز رہنما تشریف لاچکے تھے ، برِ اعظم افریقہ کی نمائندگی بھی تھی اور مشرقِ بعید سے آنے والے مہمانانِ گرامی قدر بھی گلستانِ امّت میں بہار کا سماں پیدا کر رہے تھے ۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیڈر بھی جلوہ گر تھے اور بنگلہ دیش ( مشرقی پاکستان ) کے ثابت قدم قائد بھی مرجعِ خلائق بنے یہاں تشریف فرما تھے ۔ ترکی کا مردِ بینا بھی آچکا تھا اور پندرہ لاکھ شہدا کی سرزمین افغانستان کے سر بکف مجاہدین بھی توجہات کا مرکز تھے ۔ سالارِ قافلہ ، امیرِ جماعتِ اسلامی پاکستان سب کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کر رہا تھا۔ مینارِ پاکستان اس منظر پر جھوم اٹھا اور پھر اقبالؒ کو دعائیں دیں کہ اس نے یہ کہا تھا:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

اقبالؒ نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر کا وقت آیا چاہتا ہے ۔ ستاروں کی تنک تابی طلوعِ صبح کا پتہ دیتی ہے ۔ لاکھوں کا مجمع ہے مگر نہ کوئی بد نظمی ہے نہ ہڑبونگ، ہر کام نہایت سلیقے اور تنظیم سے انجام پا رہا ہے ۔ ایک جانب ہزاروں خواتینِ اسلام اپنے کیمپوں میں موجود ہیں۔

اقبالؒ دانائے راز تھا، اس کے دل میں امّتِ مسلمہ کا درد پنہاں تھا۔ اس کی زبان اسلام کی شوکتِ رفتہ کے احیائے کے لئے بانگِ درا تھی ، اس کے اشعار سوتوں کو جگانے کے لئے اذانِ صبح کا درجہ رکھتے تھے ۔ اقبالؒ نے قوم کے ہر فرد کو پکارا مگر اسے جس جوہرِ قابل کی تلاش تھی وہ نایاب تھا۔ اس کی زندگی کے آخری سالوں میں اسے اپنا مطلوب مل گیا ۔ اس نے جواں ہمّت و جواں سال ، پاک نظر و پاک باز ، عالمِ باعمل و محققِ بے مثال ، مفسّرِ قرآن و مجاہدِ باکمال سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو دیکھا تو پکار اٹھا کہ گوہرِ مقصود ہاتھ آگیا ۔ سیّد مودودیؒ سے درخواست کی کہ خطۂ پنجاب میں آئیں تاکہ تجدید و احیائے دین کا کٹھن کام سرانجام دیا جاسکے ۔ سیّد نے شاعرِ مشرق کی پکار پر لبیک کہا اور دکن کی سرزمین سے کوچ کر کے شمال کے پانچ دریاؤں کی دھرتی کو مسکن بنایا ۔

اقبالؒ جلد ہی خالقِ حقیقی سے جا ملے مگر مفکّرِ اسلام نے خدا کے بھروسے پر کام جاری رکھا ۔ گھٹا ٹوپ اندھیروں اور مایوسیوں کے درمیان روشنی کی ایک کرن اور امید کی ایک صدا پٹھانکوٹ کے نزدیک دارالاسلام سے بلند ہو رہی تھی ۔ اقبال لاہور میں میٹھی نیند سو چکے تھے مگر سیّد مودودیؒ نے راتوں کی نیند اور دن کا چین اس مقصد کے لئے قربان کر دیا تھا جس کی جھلک اقبالؒ نے جابجا اپنے درد بھرے مگر ایمان آفریں اشعار میں دکھائی تھی۔ خاکِ راہ کو رازِ الوندی بنانے کا مشکل کام اب سیّد مودودیؒ کے کندھوں پر تھا۔ سیّد مودودیؒ نے ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کو اقبالؒ ہی کے شہر لاہور میں "عشقِ بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں" منظم کر کے وادئ شوق میں قدم رکھ دیا تھا ۔

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہو گا

اقبالؒ کے خواب کے دو حصے تھے ۔ ایک برِصغیر میں ایک آزاد اسلامی ریاست کا قیام اور دُوسرا اس ریاست کو حقیقی اسلامی ریاست بنانا ۔ پہلے حصے کا بیڑا، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ، قائدِاعظم محمد علی جناحؒ نے اٹھایا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی صورت میں وہ خواب پورا ہو گیا ۔ دُوسرے حصے کی تکمیل سیّد مودودیؒ کے ذمے لگ گئی اور انہوں نے اس کے لئے دیوانوں کا ایک قافلہ ترتیب دیا۔ راستہ کٹھن ہے ، زادِ راہ کم اور منزل دور، مگر ایک لگن ہے جو سیّدؒ نے دلوں میں پیدا کر دی تھی ۔ اقبالؒ مینارِ پاکستان کے قریب ہی محوِ استراحت ہے ۔ مینارِ پاکستان ایک

تاریخی مقام ہے ۔ یہیں اقبالؒ کی وفات کے بعد قائدؒ نے اسلامیانِ برِصغیر کو اکٹھا کیا تھا۔ یہاں آج سیّد مودودیؒ کے فدائی جمع ہو رہے ہیں۔ سیدؒ نے بارہا اپنے چاہنے والوں کے سامنے یہ عملی مثال قائم کی کہ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے ۔ بابرکت ہے وہ زندگی جو بندگیٔ رب اور عشقِ رسولؐ میں گزرے ، اور باعثِ سعادت ہے وہ موت جو اس راہ میں آجائے ۔ اس نے نہ کبھی زندگی سے اتنا پیار کیا تھا کہ اسی کا ہو کر رہ جائے ، نہ موت سے خوف کھایا تھا کہ بزدل بن جائے ۔ اس نے مینارِ پاکستان سے کچھ فاصلے پر ۱۹۶۳ء میں گولیوں کی بوچھاڑ میں اعلان کیا تھا کہ وہ گولیوں سے نہیں گھبراتا اور موت سے نہیں ڈرتا، اور تاریخ نے دیکھا کہ زندگی نے موت کو شکست دے دی تھی ؎

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصّہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا مَیں

آج چھبیس سال بعد سیّد مودودیؒ کا قافلہ تجدیدِ عہد کے لئے مینارِ پاکستان کا مہمان ہے ۔ سیدؒ خود موجود نہیں مگر اس کی تعلیمات زندہ ہیں ، اس کی یادیں دلوں میں موجزن ہیں، اس کا نمونہ راستے کا سنگِ میل ہے۔

۸ تا ۱۰ نومبر تین روزہ اجتماع کا پروگرام پہلے سے چھپ چکا ہے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں پروگرام کی کاپی ہے۔ اجتماعِ عام کا پہلا سیشن ساڑھے تین بجے بعد نمازِ عصر شروع ہو گا۔ ٹھیک ساڑھے تین بجے پروگرام کا آغاز کر دیا گیا۔ لوگوں نے اپنی گھڑیاں درست کیں۔ ذکرِ حکیم سے آغاز ہوا ۔ مینارِ پاکستان بھی گوش بر آواز تھا، جس طرح مجمع کا ہر فرد تلاوت کی سماعت سے محظوظ ہو رہا تھا۔ آیات نے چھبیس سال پہلے کا اجتماعِ عام آنکھوں کے سامنے تازہ کر دیا تھا۔ وہ اجتماع اکتوبر ۱۹۶۳ء میں باغ بیرون بھاٹی گیٹ میں منعقد ہوا تھا ۔ وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے ۔ مینارِ پاکستان کو اس کے بارے میں بہت کچھ یاد تھا آج مینارِ پاکستان کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ بندگانِ حق کو اس نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔ وہ قرآنِ مجید کی آیات سن رہا تھا اور اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھا ۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرو ۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے ۔ یقیناً خدا کے نزدیک بد ترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ۔ اگر اللہ کو معلوم ہوتا کہ ان میں کچھ بھی بھلائی ہے تو وہ ضرور انہیں سننے کی توفیق دیتا ۔ (لیکن بھلائی کے بغیر) اگر وہ ان کو سنواتا تو وہ بے رخی کے ساتھ منہ پھیر جاتے ۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، اللہ اور اس کے رسولؐ کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسولؐ تمہیں

اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے ، اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔ اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو ۔ اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے ۔ یاد کرو وہ وقت جب کہ تم تھوڑے تھے ، زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا ، تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں مٹا نہ دیں ۔ پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کر دی ، اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمہیں اچھا رزق پہنچایا ، شاید کہ تم شکر گزار بنو ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت نہ کرو ، اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں سامان آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے"۔

(سورہ انفال: ۲۴ تا ۲۸)

یہاں ہر روز سینکڑوں سیاح آتے ہیں ۔ مینارِ پاکستان لاکھوں انسانوں سے ہر سال متعارف ہوتا ہے ۔ ان کی گفتگو چال ڈھال ، اندازِ بیان ، دلچسپیاں ، سوچ ، منزل ، نصب العین غرض ہر چیز مینارِ پاکستان کے ذہن مین کانٹا بن کر اٹک جاتی تھی ۔ اب جو لوگ مینارِ پاکستان کے مہمان بن کر آئے تھے یہ یکسر مختلف قسم کے انسان ہیں ۔ گالم گلوچ اور بیہودہ گوئی جو ایک فیشن بن چکا ہے ، اس خیمہ بستی کے لاکھوں باسی خدا کے فضل سے اس سے بالکل پاک ہیں ۔ لغوبات اور لایعنی کام ان کے شب و روز میں کہیں دیکھنے میں نہیں آیا ۔ نہ کسی پر تنقید نہ تشنیع ، نہ نفرت کے بول نہ حقارت کا اظہار ۔ مخالفین کا تذکرہ آیا تو ان کا نام بھی شائستگی اور احترام سے لیا گیا ۔ نہ سٹیج سے شعلہ نوائی کے شوق میں کوئی بہکا نہ سامعین میں سے کسی نے کوئی گھٹیا حرکت کی ۔ جگہ تنگ پڑ گئی تو ایثار و اخوت کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا ۔

میرِ کارواں نے بار بار مختلف موضوعات پر انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کیا۔ اتنا بڑا مجمع دیکھ کر لوگوں کا لہجہ بدل جاتا ہے اور دھواں دھار تقریروں میں نہ معلوم کیا کچھ اول فول فضا میں بکھیر دیا جاتا ہے مگر یہ میر کارواں اور اس کے سبھی ساتھی عجیب لوگ ہیں۔ لاکھوں کا مجمع دیکھ کر ان کا سر عجز و انکسار سے جھکا جاتا ہے ۔ خود بھی ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور سامعین کو بھی بار بار اسی کی تلقین کر رہے ہیں ۔ یہ اسی تلقین اور اندازِ قیادت کا کرشمہ تھا کہ مینارِ پاکستان کے دامن میں پہلی رات کو محفل مشاعرہ جمی تو اس کا رنگ بھی منفرد تھا۔ کلام پڑھنے والوں نے اپنا خونِ جگر اپنے شعروں میں انڈیل دیا تھا۔ ان کے اشعار کی امتیازی شان دردِ دل ، اخلاصِ عمل ، اطاعتِ رسولؐ اور بندگیٔ رب کا اظہار تھا۔ اونچے سے اونچا شعر پیش کیا گیا اور خوب داد ملی

مگر مجال ہے جو کوئی بہکا ہو۔ مینارِ پاکستان کئی شعروں پر جھوم جھوم گیا جبکہ کئی اشعار پر اس کی آنکھیں بے ساختہ بھیگ گئیں ۔

جب ہزاروں کا مجمع محفلِ مشاعرہ سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور رات کی زلفیں بھیگ چکی تھیں تو اس وقت میر کارواں اپنے ارکان کے ساتھ ایک الگ خیمے میں اپنے آپ کو محاسبے کے لئے پیش کر رہا تھا۔ محاسبہ جو زندگی کے لئے بے حد نفع بخش اور تحریک کے لئے زندگی کا ضامن ہوتا ہے ۔ ارکان بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں ۔ محاسبے میں نہ ذاتی دشمنی ہے نہ کوئی مفاد وابستہ ۔ یہ خالصتاً خیر خواہی کے جذبے اور اسلامی آداب و احکام کی بجاآوری کی نیت سے پیش کیا گیا ہے۔ مینارِ پاکستان مشاعرے سے خوب لطف اندوز ہو رہا تھا مگر اسے ایک تجسس سا تھا کہ اجتماعِ ارکان میں کیا گفتگو ہو رہی ہے ۔ اس نے جب اجتماع کی چند باتیں گردن جھکا کر سنیں تو عش عش کر اٹھا۔ اس قوم میں قائدین کا محاسبہ! قائدین تو محاسبے سے بالاتر سمجھے جاتے ہیں۔ مگر یہ کیسے لوگ ہیں کہ بے لاگ محاسبہ بھی کر رہے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے اپنے قائد سے محبت بھی کرتے ہیں ۔ قائد نہ محاسبے پر ناراض ہے نہ مایوس ۔ اسے معلوم ہے کہ اس کے ساتھی سوچتے ہیں اور سوچ ہی زندگی کی علامت ہے ۔ وہ دھیمے انداز میں اپنے ساتھیوں کو جواب دے رہا ہے ۔ کوئی جواب سے مطمئن ہو گیا اور کوئی مطمئن نہ ہو سکا۔ جو مطمئن نہ ہُوا اُس کے لئے آئندہ بھی موقع ہے کہ وہ اپنے اشکال پیش کرے اور جواب حاصل کرے ۔ مینارِ پاکستان سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ قائد اتنا طاقتور ہے کہ اس کے پاس وفادار کارکنوں کا ایک لشکر ہے مگر اتنا کمزور کہ کوئی سا لشکری بھی اسے روک کر اس کا محاسبہ کر لے! اور یہ لشکری بھی عجیب ہے کہ ایک جانب دیدہ و دل فرش راہ کر رہا ہے اور دوسری جانب سالار کو ٹوک رہا ہے! ہاں تو تاریخ کے سینے میں جو اسلام محفوظ ہے وہ اپنی اصلی صورت میں جب دھرتی کے سینے پر عمل پیرا تھا تو چشمِ فلک نے بار ہا یہی مناظر دیکھے تھے ۔ مینارِ پاکستان خوشی سے جھوم اٹھا کہ اس نے تاریخ کو اپنے آپ کو دہراتے ہوئے دیکھ لیا ہے!۔

اجتماع کے پروگراموں میں وقفے بھی ہوتے ۔ لوگ اپنے اپنے کیمپوں کی طرف لپکتے ۔ اذان ہوتی تو نماز کے پنڈال کا رخ کرتے ۔ فرصت ملتی تو سٹالوں پر کتابیں ، رسالے ، کیسٹ اور دیگر اشیاء دیکھتے اور حسبِ خواہش و حسبِ استطاعت خریداری کرتے ۔ کتابوں کا ایک بازار تھا مگر کوئی فحش تحریر ، مخربِ اخلاق کتاب ، غیر سنجیدہ مجلّہ کہیں نظر نہ آیا۔ لوگوں کی گفتگوؤں کا محور تقریر کے حوالے سے ، کتب و رسائل کے تناظر میں 'پاکستان کی منزل ۔ اسلامی انقلاب' ہی رہا ۔

پروگراموں میں درسِ قرآن و حدیث بھی ہوئے ، سیاسی ، معاشی ، تعلیمی ، معاشرتی ، عالمی موضوعات پر تقاریر بھی کی گئیں، مگر کوئی بھی موضوع ایسا نہ تھا جس پر گفتگو کرنے والے نے اپنی تقریر میں قرآن و سنّت کے حوالے نہ دیئے ہوں ۔ پورا ماحول قرآن کی روشنی سے منوّر اور حدیث کی خوشبو سے معطر رہا۔ پاکستان سے باہر کے مہمانوں نے بھی خطابات سے نوازا اور جہاں مجمع کو ایمان افروز پیغام دیئے وہاں اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ اس منظم ، پر شکوہ، عظیم الشان اور کثیر التعداد اجتماعِ عام نے خود ان کو ولولۂ تازہ بخشا ہے ۔ مینارِ پاکستان نے بڑے بڑے ہجوم تو کئی بار دیکھے تھے مگر تعداد اور نظم و ضبط کے لحاظ سے اتنا بڑا مجمع کبھی اس سے قبل وہ نہ دیکھ سکا تھا ۔

شاہی مسجد کے مینار بھی مینارِ پاکستان کی خوشیوں میں شریک تھے ۔ اورنگ زیبؒ نے جس محبت اور لگن کے ساتھ اس عظیم الشان مسجد کو تعمیر کروایا تھا اس کی یاد بس مسجد کے در و دیوار اور سقف و بام کے رگ و پے میں اب تک زندہ ہیں ۔ اورنگ زیبؒ ایک مجاہد تھا ، فاتح تھا ، درویش تھا اور عابد و زاہد تھا۔ اس کے دم قدم سے اسلام دشمن خوف زدہ تھے اور اہلِ حق غالب و سربلند ۔ اس نے آنکھیں موند لیں تو فتح و نصرت نے بھی آنکھیں پھیر لیں ۔ آج پھر ضرورت ہے کہ جذبۂ جہاد و درویشی کے امتزاج سے تجدیدِ عہد کر کے ایک کارواں وادیٔ عشق و شوق میں اترے ۔ شاہی مسجد کے میناروں نے اس کارواں کو اپنے سائے میں اترتے اور تین دن تک یہاں قیام کرتے دیکھا'دن کی روشنی میں اور رات کی خاموشی میں ، صبح کی خنک پر سکون گھڑیوں میں اور دوپہر کے چمکتے سورج کی تمازت میں ، نماز میں سجدہ ریز حالت میں اور جلسہ گاہ میں پر جوش نعروں کی گونج میں ، ذکر و تسبیح میں مشغول اور دور دراز سے آئے ہوئے برادرانِ اسلام سے بغل گیر ، میناروں نے انہیں ہر حال میں خدا خوف و خدا یاد پایا ۔ شاہی مسجد کے میناروں نے مینارِ پاکستان سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا "شاید اقبالؒ کی روح کو اب قرار آجائے۔ ایک عالمِ نَو پیدا ہونے کا سامان نظر آرہا ہے" ؎

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا ، وہ عالمِ پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ!
ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیے ہیں اندازِ خسروانہ!

مینارِ پاکستان نے اس بات کی تصدیق کی اور مجمع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اقبالؒ ہی کی زبانی اپنے

جذبات و احساسات کی یوں ترجمانی کرنے لگا ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کارکُشا، کارساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دلِ بے نیاز
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

۱۰ نومبر نمازِ جمعہ کے بعد اختتامی دعا کے ساتھ میرِ کارواں اپنے لشکریوں کو رخصت کر رہا ہے۔ ہر زبان پر دُعا، دل میں جذبۂ عمل، آنکھوں میں اشک اور حافظے میں حسین یادیں ہیں۔ الوداع کا منظر کتنا عجیب ہے۔ سورج مغرب میں غروب ہونے کو ہے۔ قافلے جا رہے ہیں۔ مینارِ پاکستان باچشمِ تر انہیں الوداع کہہ رہا ہے۔ وہ پُوچھنا چاہتا ہے کہ اے مہمانانِ عزیز پھر کب آؤ گے؟ مگر چپ ہے کہ مہمانانِ عزیز آپس میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے ہیں۔ گلوگیر آوازیں پتہ دیتی ہیں کہ یہ جُدائی ان پر بھی شاق ہے مگر ان کا میدانِ عمل بھی تو ان کا منتظر ہے۔ یہاں سے انہوں نے جو کچھ پایا ہے اب اسے جا کر میدان عمل میں استعمال کرنا ہے۔ ہر جانب الوداع کی آوازیں اور الفراق کا منظر ہے۔ دو تین روز پہلے یہی قافلے ہر سمت سے مینارِ پاکستان کی جانب اُمنڈے چلے آ رہے تھے، آج یہ مینارِ پاکستان سے مختلف سمتوں میں رواں دواں ہیں۔ مینارِ پاکستان بھی بس صرف اتنا کہہ سکا "الوداع الوداع اور قافلے رواں دواں رہے"۔

اجتماع میں دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمائندگی تھی۔ ہر مقرر کی تقریر کا لُبِّ لباب یہ تھا کہ "اللہ کی رضا ہمارا مقصود ہے"۔ میرِ کارواں نے بارہا اس بات کا اظہار کیا کہ یہ اجتماع عالمِ اسلام کا نمائندہ اجتماع ہے اور ہمارے درمیان قومیتوں کے ناموں پر قائم ہونے والی سرحدیں استعمار کی قائم کردہ ہیں۔ ہم ملّتِ واحدہ ہیں، ہمارا مقصود رضائے الٰہی اور ہمارے قائد محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میرِ کارواں دنیا بھر سے آئے ہوئے مہمانوں کی رفاقت میں مینارِ پاکستان کے گیٹ پر آیا تو مینارِ پاکستان اور شاہی مسجد کے مینار بیک وقت پکار اٹھے۔ شاہی مسجد کے میناروں نے کہا "اقبالؒ نے جو دعوت دی تھی وہ حسرت نہیں رہی، اب حقیقت بن گئی ہے۔ اقبالؒ کو خوش خبری اور مبارک ہو"۔

تو ابھی رہگزر میں ہے قیدِ مقام سے گزر!
مصر و حجاز سے گزر، پارس و شام سے گزر!
جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حُور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر!

مینارِ پاکستان نے بھی اقبالؒ کو مبارکباد دی اور اس کے خوابوں کی تعبیر سامنے آنے پر شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے میرِ کارواں کو الوداعی نظروں سے دیکھا اور کہا یہ میرِ کارواں اور اس کے تمام لشکری ختم الرسلؐ کی رہنمائی و قیادت میں وادئ شوق کا سفر طے کرنے کا جو عزم رکھتے ہیں وہ بھی قابلِ صد مبارکباد ہے۔ اقبالؒ نے سچ کہا تھا ؎

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

اور مَیں نے مینارِ پاکستان کو اطمینان دلایا کہ تم آئندہ بھی ایسے مناظر بار بار دیکھو گے!